

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

انسانیتِ عظمیٰ

ہجرت کی تیسری صدی قریب الاختتام ہے..... بغداد کے تختِ خلافت پر المعتمد باللہ عباسی متمکن ہے..... معتمد کے زمانے سے دارالخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہو گیا ہے..... پھر بھی سرزمینِ بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں۔ ایران کے اصطخر، مصر کے ریس اور یورپ کے روم کی جگہ اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہے۔

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق کا جسے ”انسان“ کہتے ہیں۔ کچھ عجیب حال ہے۔ یہ جتنا کم ہوتا ہے اتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہے اور جتنا زیادہ بڑھتا ہے اتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دور ہونے لگتی ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں گھانسن پھونس کے چھپر ڈال کر رہتا ہے۔ تو کیسا نیک، کیسا خوش اور کس درجہ حلیم ہوتا ہے؛ محنت اور رحمت اس میں اپنا آشیانہ بناتی ہے۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑیوں سے باہر نکلتا ہے اسکی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں تو اس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب ہو جاتا ہے؛ ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہے۔ صنعت و حرفت کا رخانے کھولتی ہے۔ دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہے۔ حکومت و امارت شان و شکوہ کے سامان آراستہ کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہو جاتی ہے۔ محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا اور امن و راحت کی انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دور شروع ہو جاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی اور محبت کی دنیا اور راحت و برکت کی بہشت تھی اب افلاس و مصیبت کا مقتل اور جرموں کا دوزخ بن جاتی ہے۔ وہی انسان جو جھونپڑیوں کے اندر محبت و فیاضی کی گرمجوشی تھا اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری و خود غرضی کا پتھر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے عالیشان مکانوں میں عیش و نعمت کے دسترخوانوں پر بیٹھتا ہے تو اس کے کتنے ہی ہم جنس سرکوں پر ایڑیاں رگڑتے ہیں۔ جب وہ عیش و راحت کے ایوانوں میں حُسن و جمال کی محفلیں آراستہ کرتا ہے تو اس کے ہمسایہ میں یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا۔ زندگی کی قدرتی یکسانی کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہو جاتی ہیں۔

پھر جب انسانی بے مہری اور خود غرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ کمزوری، افلاس اور بے نوائی سے مجبور ہو کر بد بخت انسان جرم کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اچانک دنیا کی زبانوں کا سب سے زیادہ بے معنی لفظ وجود میں آتا

ہے۔ یہ قانون اور ”انصاف“ ہے۔ اب بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور ان کے دروازہ پر لکھا جاتا ہے۔ ”انصاف کا گھر“..... انصاف کے اس ”مقدس گھر“ میں کیا ہوتا ہے: یہ ہوتا ہے کہ وہی انسان جس نے اپنی بے رحمی و تغافل سے مفلس کو چوری اور نیک انسانوں کو بد اطوار بن جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ قانون کا پر ہیبت جُہ پہن کر آتا ہے اور فرشتوں کا سا معصوم اور راہبوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر حکم دیتا ہے مجرم کو سزا دی جائے۔

کیوں.....!

اس لیے کہ اس نے چوری کی ہے۔

اس بد بخت نے چوری کیوں کی.....؟

اس لیے کہ وہ انسان ہے اور انسان بھوک کا عذاب برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ وہ شوہر ہے اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے دیکھ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ وہ باپ ہے اور باپ کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے ان آنسوؤں کا نظارہ کر سکے جو بھوک کی اذیت سے ان کے معصوم چہروں پر رہے ہوں۔

پھر اگر بد قسمت انسان قید خانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر بھی اس قابل نہیں ہو جاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے تو ”مقدس انصاف“ اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اٹھاتا ہے اور کہتا ہے اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو! یہ گویا انسان کے پاس اس کے اپنا جنس کی مصیبتوں کا آخری علاج ہے۔

یہ ہے انسان کی شہری اور متمدن زندگی کا اخلاق! وہ خود ہی انسان کو برائی پر مجبور کرتا ہے اور خود ہی سزا بھی دیتا ہے۔ پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو ”انصاف“ کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ اس ”انصاف“ کے نام سے جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہے۔

انسان کی بے مہریوں کی طرح اس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہے۔ وہ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ لیکن اس کی پروا نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آسکا؟ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہے۔ وہ اس کی صورت دیکھنے کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے۔ وہ گھنٹوں اس پر رائے زنی کرتا ہے اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہے جن میں اس کی تصویر چھپی ہو یا اس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے لیے کیسی شقاوت ہے اور جس مسکین کا مال چوری ہو گیا ہے اس کے لیے کیسی مصیبت ہے؟ اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا!

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لیے یہ بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ سارا شہر امنڈ آتا ہے۔ جس کسی کو دیکھو بے تحاشا دوڑا جاتا ہے۔ لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں۔ اگر چند زندہ

انسانوں کے جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہو جائیں اور ان کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں، تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ تماشائی جوشِ نظارہ میں مجنوں ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں لیکن انسانی دلچسپی کے اس جہنمی منظر میں اس مکان اور اس کے مکینوں کے لیے کیسی ہلاکت اور تباہی ہے! اور جان و مال کی کیسی المناک بربادیوں کے بعد آگ اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی وجود میں آسکی ہے؟ اس بات کے سوچنے کی نہ تو لوگوں کو فرصت ملتی ہے نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں۔

اگر انسان کے ابناء جنس میں سے ایک بد بخت مخلوق کو سُلی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے تو یہ ان تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہو سکتا ہے سب سے زیادہ دل کش نظارہ ہوتا ہے۔ اتنا دلکش نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لگتی ہوئی نعش دیکھتا رہتا ہے مگر اس کی سیری نہیں ہوتی۔ لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں، صفیں چیر چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں۔

کیوں.....؟

اس لیے کہ اپنے ہم جنس کو جانکنی میں تڑپتے اور پھر ہوا میں معلق جھولتے دیکھ لینے کی لذت حاصل کر لیں! لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا خود اس پر کیا گزری اور کیوں وہ اس منخوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھہرا! سیکڑوں ہزاروں تماشاخیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا!

انسان ہی ہے جو فرشتوں سے بہتر ہے اگر اپنی قوتوں کو امن و سلامتی کا وسیلہ بنائے اور انسان ہی ہے جو سانپ کے زہر اور بھیڑیے کے پنجے سے بھی زیادہ خونخوار ہے۔ اگر راہِ امن و سلامتی کو چھوڑ کر بہیمیت اور خونخواری پر اُتر آئے:

انا هدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا (سورۃ دھر)

ہم نے انسان کو راہِ عمل و ترقی دکھلا دی ہے، پھر یا تو ہماری ہدایت پر عمل کرنے والے ہیں یا انکار کرنے والے

الم نجعل له عینین ولساناً وشفعتین وهدیناہ النجدین؟ (سورۃ بلد)

پھر کیا ہم نے انسان کو دیکھنے کے لیے دو آنکھیں اور زبان اور ہونٹ نہیں دیئے؟ بیشک دیئے اور خیر و شر کی دونوں راہیں اسے دکھلا دیں۔

یہی انسانیتِ اعلیٰ اور ملکوتیتِ عظمیٰ ہے جس کی تقویم و تکمیل کے لیے دینِ الہی اور شریعتِ فطری کا ظہور ہوا۔ اور یہی پیغامِ امن۔ رہنمائے صلح و صلاح اور وسیلہٴ فوز و فلاح ہے جس کا دوسرا نام اسلام ہے۔ یعنی جنگ کی جگہ صلح، خون و ہلاکت کی جگہ عمران و حیات اور بربادی و خرابی کی جگہ سلامتی و امنیت ہے؛ وہ بتلاتا ہے کہ اگر انسان اپنی قوتِ ملکوتی اور

فطرت صالح سے کام نہ لے تو وہ بڑے ہی گھائے میں ہے۔

والعصر ان الانسان لفي خسر . الا الذين امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (سورة العصر)

زمانہ اور اس کے حوادث گواہی دیتے ہیں کہ انسان بڑے گھائے ٹوٹے میں ہے۔ مگر وہ لوگ کہ اللہ پر ایمان لائے اعمال صالحہ کیے اور حق اور صبر کی باہم گروصیت کی۔

وہ اشرف المخلوقات کہ صورت سے آدمی مگر خواہشوں میں بھیڑیا، محل سراؤں میں متمدن انسان مگر میدانوں میں جنگلی درندہ، اور اپنے ہاتھ پاؤں سے اشرف المخلوقات، مگر اپنی روح بھی میں دنیا کا سب سے زیادہ خونخوار جانور ہے۔ وہ کل تک اپنے کتابوں کے گھروں اور علم و تہذیب کے دارالعلوموں میں انسان تھا، پر آج چیتے کی کھال اس کے چڑے کی نرمی سے زیادہ حسین اور بھیڑیے کے بچے اس کے دندان تسم سے زیادہ نیک ہیں۔

شیر خونخوار ہے، مگر غیروں کے لیے۔ سانپ زہریلا ہے، مگر دوسروں کے لیے، چیتا درندہ ہے، مگر اپنے سے کمتر جانوروں کے لیے۔ لیکن انسان، دنیا کی اعلیٰ ترین مخلوق، خود اپنے ہی ہم جنسوں کا خون بہاتا اور اپنے ہی ابنائے نوع کے لیے درندہ و خونخوار ہے!

لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم، ثم رددنا ه اسفل سافلين . الا الذين آمنوا وعملوا الصالحات، فلهم اجر غير ممنون. (سورة التين)

ہم نے انسان کو ایک طرف تو بہترین قوتوں کی ترکیب اور اعلیٰ ترین جذبات کی ساخت میں پیدا کیا، لیکن پھر دوسری طرف بھی خواہشوں اور شریر قوتوں کے لحاظ سے نہایت ہی ادنیٰ درجہ کی مخلوق تک بھی لوٹا لائے۔ ہاں وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ و عادلہ اختیار کیے سوان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔ کیونکہ وہ ان متضاد قوتوں کی کشاکش سے بچ نکلیں گے۔ اب انسانوں کی بستیاں اور اولاد آدم کی آبادیاں راحت کی سانس اور امن کے تنفس سے خالی ہو گئی ہیں۔ کیونکہ وہ جو خدا کی زمین پر سب سے اچھا اور سب سے بڑھ کر تھا اگر سب سے بُرا اور سب سے کمتر ہو جائے تو جس طرح اس سے زیادہ کوئی نیک نہ تھا ویسا ہی اس سے بڑھ کر اور کوئی بُرا بھی نہیں ہو سکتا۔

انسانیت کی بستی اجاڑ ہو گئی، نیکی کا گھر لوٹ لیا گیا، اور دنیا مثل اس بیوہ کے ہو گئی جس کا شوہر زبردستی قتل کر دیا گیا ہو اور اس کے یتیم بچوں پر رحم نہ کیا گیا ہو۔ اب وہ اپنے لٹے ہوئے سنگھار پر ماتم کرے گی۔ اور اپنی پھٹی ہوئی چادر کو سر سے اتار دے گی۔ کیوں کہ اس کا حسن زخمی ہو گیا، کیونکہ اس کا شباب پامال کر دیا گیا۔

(درس وفا)